تو پاک باش برادر مدار از کس باک (سعدی)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

اخبار الحکم

نمبر ۳۲ | قادیان دار الامن و الامان مؤرخہ ۲۲ر اکتوبر ۹۸ء | جلد (۲)

ٹریکٹ سیریز

اس امر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے ٹریکٹ شائع ہوں۔ جس سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے مشن کی تبلیغ ہو۔ اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوں۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں دلچسپ نظمیں جو صداقت اسلام اور مہدی مسعود کے مشن کے پیام پر مشتمل ہوں اور جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبہ اور بعض دیگر لطیف مضامین مشتمل بر تفسیر آیات یا مشتمل بر رفع اعتراضات مخالفان اسلام وغیرہ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی بعض لطیف اور مختصر تقریریں شائع کیجاویں۔ یہ ٹریکٹ چار صفحہ سے آٹھ صفحہ تک ضخامت میں ہؤا کریں۔ اور اگر ہمارے احباب ذرا توجہ کریں۔ تو یہ کثرت شائع ہوجایا کریں۔ اگر سو آدمی بھی اس سلسلہ کے مؤید ہوجائیں اور سو سو ٹریکٹ ۹ عہ فی صدی کے حساب سے خرید لیں۔ تو دس ہزار ٹریکٹ ایک مہینے میں شائع ہوسکتا ہے۔ اور ہم ہفتہ وار اڑھائی ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کردیا کریں۔ اور تقسیم کے لئے یہ انتظام کیا جاوے گا۔ کہ ہر ایک شہر میں سلسلہ وار ایک خاص تعداد بھیج دی جایا کرے۔ اور وہ تقسیم ہو جایا کرے۔ اسی ٹریکٹ سیریز کے ضمن میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے اشتہار بھی آجایا کریں گے اور علیحدہ اشتہار حضرت اقدس کو چھپوانا نہ پڑے گا۔ بلکہ اس کو ٹریکٹ سیریز کے نمبر میں چھاپ کر حضرت کی طرف سے تقسیم کردیں۔ اگر ہمارے احباب مل ملا کر اس کام کو کرنا چاہیں تو چنداں مشکل نہیں۔ پوری سو درخواستیں جمع ہوجانے پر ہم اس سلسلہ کو شروع کریں گے۔ مینجر الحکم کے نام درخواست ہو۔

مولوی محمد حسین صاحب!

(۱) میرا یہ عریضہ جو ایک دردمند دل و سچے جوش کا نتیجہ ہے، بظاہر آپ کیلئے ایک اجنبی ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ مجھے آپکے شاگردان طالب العلمی میں ہم مکتب ہونیکا فخر حاصل ہے اور زیادہ نہ کچھ تو اُن حقوق کو زیر نظر رکھ کر اور کچھ اس لحاظ سے کہ آپ بعض مسلمانوں کے نزدیک ایک جیّد اور مقتدر عالم ہیں، اور اہل اسلام کے دینی اور دنیوی خیرخواہی کے خیال سے یا نام سے آپنے بہت کچھ قدم مارا ہے اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس خط کے ذریعہ جناب کی خدمت میں اپنا دردِ دل بیان کروں۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اسلام کو منجانب اللہ جاننے والا مومن اور خدا کے اسلام کو مؤید اسلام اور ناصر المومنین ماننے والا سچا مسلم اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کو جہاں ایکطرف مقدم قرار دیتا ہے وہاں دوسری طرف خلق اللہ کی سچی ہمدردی اور غمخواری اپنا شعار بنا لیتا ہے اور پھر دینی بھلائی کیخاطر تو اگر اُسے اپنی حقیقت در آخر فنا ہونیوالی جان بھی دینی پڑے تو پرواہ نہیں کرتا غرض وہ سچی عزت سچی دوستی اور حقیقی زندگی احیاء اسلام ہی سمجھتا ہے میرا آپ پر چونکہ بباعث اُن کاروائیوں کے جو آپ بذریعہ اشاعۃ السنہ کرنیکا اظہار کرتے رہے ہیں حسن ظن رہا ہے اسلئے میں کہہ سکتا ہوں کہ میری اس عرضداشت پر اگر آپ توجہ نہ کرینگے۔ تو اور کس سے اُمید ہوگی۔

(۲) یہ امر آپسے مخفی نہیں رہا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مسیح موعود و مہدی مسعود کا اعلان کرکے اکثر عالموں اور معزز اشخاص کو اپنے ساتھ کر لیا ہے اور اُنکے اس دعوے سے ہندوستانی مسلمین میں خصوصاً ایک شور مچ گیا ہے جس سے پہلے آپ ہی نے بڑے زور شور سے اسکو فتنہ سمجھ کر باوجودیکہ پہلے آپنے تائید بھی کی تھی اسکی عام مخالفت کا بیڑا اٹھایا جس سے میں نے سمجھ لیا کہ اگر یہ کام اخلاص اور نیک نیتی سے کیا گیا ہے تو واقعی ایک حد تک آپکو اسلام کی غیرت ہے دلوں کے حالات اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے آپکے مخالف کہہ سکتے ہیں کہ آپ ضد کرتے ہیں اور آپکے ہمخیال کہتے ہیں کہ مرزا صاحب ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں بہرحال اس امر کا اعتراف فریقین کو کرنا پڑیگا کہ سب سے زیادہ حصہ علماء ہند و پنجاب میں سے آپ نے ہی اس پہلو میں لیا ہے مگر باایں ہمہ یہ شخص اپنے دعاوی کی اشاعت پر زور دے رہا ہے اور ہر طرح سے اپنی حجت پوری کرتا جاتا ہے آپکے رسائل اور مرزا صاحب

کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ دلائل اور براہین علمیہ اور عقلیہ سے اب کام چلتا دکھائی نہیں دیتا۔ ورنہ اُسکا کچھ اثر عام لوگوں پر پڑ سکتا ہے جو علمی مباحث اور منطقی دلائل کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ نوجوان آزادی پسند تو اپنی رائے سے فیصلہ کرکے مرزا صاحب کیساتھ ہوتے جاتے ہیں اور عوام میں سے بعض جو اپنے امام مسجد یا اپنے گاؤں کے کسی معزز کے زیر اثر ہیں۔ اسلئے اُنکو اس معاملہ میں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہذا اُنپر عام احسان کرنیکے لئے کوئی ایسی آسان اور عام فہم صورت ہونی چاہئے جو حق اور باطل میں ایسا بین امتیاز پیدا کردے کہ عام لوگ بھی اُس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

مرزا صاحب مقابلہ کیلئے یہ کہتے اور لکھتے ہیں کہ **عربی** تصنیف میں مقابلہ کرلو اگر علمی مقابلہ منظور ہو اور جس انسان کو چاہو اپنا مشیر اور معاون بنالو۔ **ایمانی** طاقت کا مقابلہ کرتے ہو تو آؤ اجابت دعا میں مقابلہ کرو معارف و اسرار قرآن کا دعوے ہے تو تفسیر لکھ لو۔ اگر یہ خیال ہو کہ ہم مقرب الٰہی ہیں اور خدا تعالی غیب کی باتیں بتلاتا ہے تو پیشگوئیاں کرلو۔ غرض ان نشانات اربعہ کے ذریعہ اُنہوں نے متعدد مرتبہ اور کثیر انعامات کے وعدہ پر اشتہار شائع کئے مگر اتمام حجت کے سوا نتیجہ نہ نکلا اور کوئی مرد میدان ایسا نظر نہ آیا جو خلق اللہ پر رحم کرکے اُنکے ایسے دعاوی کی اصلیت کھول دیتا۔ خیر جو ہوا سو ہوا مگر میں جہانتک غور کرتا ہوں یہ امور کسی ایک یا دوسرے فریق کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں سب سے بہتر اور آسان طریق فیصلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اہل اسلام کیطرف سے اور مرزا صاحب بذات خود اپنے دعاوی کے منجانب اللہ ہونیکی طمینان پر بتاکید ہی کسی میدان میں مباہلہ کرکے عام خلق اللہ پر احسان کریں اور ہدایت کی راہ کھولدیں کیونکہ کاذب تو مغضوب الٰہی ہوکر سال کے اندر ہی فوق العادت عذاب میں مبتلا ہوکر دوسرے کی صداقت پر مہر کردیگا اور خود خلقت بول اٹھیگی کہ سچا کون ہے اور کون مورد عذاب الٰہی ہوا ہے چونکہ آپ اپنے دعاوی پر بدرجہ یقین ہیں اور مرزا صاحب کے برسر ناحق ہونیکا عام اعلان بہ اطمینان قلب کرتے ہیں اور مرزا صاحب کے دعوے پر تکذیب و تکفیر کا اطمینان کلی ظاہر کرتے ہیں اور حسب منشاء قرآن کریم کاذب اور کافر مومن کے مقابلہ میں کبھی تائید الٰہی نہیں پاتے پس آپکو کسی قسم کی شرط پیش کرنیکی بھی حاجت اور ضرورت نہوگی ایسا ہی آپ کہہ سکیں گے کہ پھر مرزا صاحب کو بھی شرائط کی ضرورت نہیں آپکا ایسا ارشاد اگر ہو تو بیجا نہیں مگر درگذر کرنا اور مخالفانہ ہتک ندرسانید پر عمل کرنا اور حق کا یقین آپ پر زیادہ واجب ہے ہاں مرزا صاحب بھی کسی قسم کی شرط پیش نکرینگے۔ البتہ یہ ہونا چاہئے جو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مباہلہ کے بعد ایکسال کے اندر فریق کاذب پر فوق العادت عذاب نازل ہوگا یہاں ایسا نہیں ہوگا اور یہ بحث چھیڑنی فضول ہے کہ یہ میعاد مسنون ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمیں تو ایک اور بحث پیش آجاتی ہے خدا تعالی سچے ہی کا حامی اور مددگار ہوگا۔ غرض منشا یہ ہے کہ آپ بذات خاص مقابلہ ہی میں بیٹھکر خود ہی بلا کسی قسم کی شرط کے مرزا صاحب سے مباہلہ کرلیں اور آپکے مباہلہ کا بوجہ آپکی مسلم عزت

مکتوبات امام الزمان سلمہ الرحمٰن

مشفقی مکرمی اخویم ام ......

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس پُر آشوب وقت میں ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ کہ اللہ اور رسول کی تائید کے لئے اور غیرت دینی کے جوش سے اپنے مالوں میں سے کچھ خرچ کریں۔ اور ایک وہ بھی وقت تھا۔ کہ جان کا خرچ کرنا بھی بھاری نہ تھا۔ لیکن جیساکہ ہر ایک چیز پرانی ہو کر اُس پر گرد غبار بیٹھ جاتا ہے۔ اب اسی طرح اکثر دلوں پر حب دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے۔ خدا اس گرد کو اُٹھا دے۔ خدا اس ظلمت کو دور کرے۔ دنیا بہت ہی بے وفا اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے۔ مگر غفلت کی سخت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اصلیت کے سمجھنے سے محروم رکھا ہے۔ اور چونکہ ہر ایک عسر کے بعد یسر اور ہر ایک جذر کے بعد مد اور ہر ایک رات کے بعد دن بھی ہے۔ اس لئے تفضلات الٰہیہ آخر ترو ماندہ بندوں کی خبر لے لیتے ہیں۔ سو خداوند کریم سے بھی تمنا ہے۔ کہ اپنے عاجز بندوں کی کامل طور پر دستگیری کرے۔ اور جیسے اُنہوں نے اپنے گذشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اُٹھائے ہیں۔ ویسے ہی اُن کو مرہم عطا فرماوے۔ اور اُن کو ذلیل اور رسوا کرے۔ جنہوں نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے۔ اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ اور نیز اُن لوگوں کو بھی نادم اور منفعل کرے جنہوں نے حضرت احدیت کی توجہ کو جو عین اپنے وقت پر ہوئی۔ غنیمت نہیں سمجھا اور اُس کا شکر ادا نہیں کیا۔ بلکہ جاہلوں کی طرح شک میں پڑے۔ سو اگر اس عاجز کی فریادیں رب العرش تک پہنچ گئی ہیں۔ تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں۔ جو نور محمدی اس زمانہ کے اندھوں پر ظاہر ہو۔ اور الٰہی طاقتیں اپنی عجائبات دکھلاویں۔ اس عاجز کے صادق دوستوں کی تعداد ابھی تین چار سے زیادہ نہیں۔ جن میں سے ایک آپ ہیں۔ اور باقی لوگ لا پرواہ اور غافل ہیں۔ بلکہ اکثروں کے حالات ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ وہ اپنی تیرہ باطنی کے باعث سے اس کارخانہ کو کسی مکر اور فریب پر مبنی سمجھتے ہیں۔ اور اس کا مقصود اصلی دنیا ہی قرار دیتے ہیں۔ چونکہ خود جیفہ دنیا میں گرفتار ہیں۔ اس لئے اپنے حال پر قیاس کر لیتے ہیں۔ سو اُن کی رو گردانی بھی خداوند کریم کی حکمت سے باہر نہیں۔ اس میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔ جو پیچھے سے ظاہر ہوں گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ مگر اپنے دوستوں کی نسبت اس عاجز کی یہ دعا ہے۔ کہ اُن کو اُن کے صدق کا اجر بخشے۔ اور اُن کو اپنی استقامت میں بہت مضبوط کرے۔ چونکہ ہر طرف ایک زہرناک ہوا چل رہی ہے۔ اس لئے صادقوں کو کسی قدر غم اُٹھانا پڑے گا۔ اور اُس غم میں اُن کے لئے بہت اجر ہیں۔

۹ / فروری سنہ ۸۳ء
مطابق ۳۰ / ربیع الاول سنہ ۱۳۰۰ھ

مکتوب دوم

عمل وہی معتبر ہے۔ جس کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اور صدق اور وفاداری سے انجام پذیر ہو۔ اس پُر فتنہ زمانہ میں اخیر تک صدق اور وفا کو پہونچانا اور بد باطن لوگوں کے وساوس سے متاثر نہ ہونا سخت مشکل ہے۔ اس لئے خداوند کریم سے التجا ہے۔ کہ وہ اس عاجز کے دوستوں کو جو ابھی تین چار سے زیادہ نہیں۔ آپ سکینت اور تسلی بخشے۔ زمانہ نہایت پُر آشوب ہے۔ اور فریبیوں اور مکاریوں کے افتراؤں نے بدظنیوں اور بدگمانیوں کو افراط تک پہونچا دیا ہے۔ ایسے زمانہ میں صداقت کی روشنی ایک نئی بات ہے۔ اور اُس پر وہی قائم رہ سکتے ہیں۔ جن کے دلوں کو خداوند کریم آپ مضبوط کرے۔ اور چونکہ خداوند کریم کی بشارتوں میں تبدیل نہیں۔ اس لئے امید ہے کہ وہ اس ظلمت میں سے بہت نورانی دل پیدا کر کے دکھلاویگا۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۷ / فروری سنہ ۸۳ء
مطابق
۸ / ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۰ھ

مکتوب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی

مکرمی اخویم قاضی ضیاءالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا پُر درد و غم خط مجھ کو ملا۔ آپ صبر کریں۔ جیساکہ خدا تعالیٰ کے صابر و شاکر بندے صبر کرتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان غموں سے اور ان پریشانیوں سے نجات دے دیگا۔ اور درود شریف بہت پڑھیں تا اُس کی برکات آپ پر نازل ہوں۔ اس جگہ مینے مطبع منگوایا ہے۔ اس میں رسالہ **دافع الوساوس** چھپے گا۔ اور انشاءاللہ عنقریب چھپنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اور اگر طبیعت پریشان ہے۔ تو چند ماہ کے لئے میرے پاس آجائیں۔ زیادہ خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان
۲۵ جون سنہ ۱۸۹۲ء

خطبہ یعنی موعظت

جو ۱۴ اکتوبر کو جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھا۔

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلن الطعام انظر کیف نبین لھم الایٰت ثم انظر انی یؤفکون ۔ قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرا ولا نفعا واللہ ھو السمیع العلیم ۔ قل یاھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھوآء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا

مریم کا بیٹا مسیح ایک رسول ہی تو تھا اُس سے پہلے اُس طرز اور اُس جنس کے جس قدر رسول آئے وہ سب وفات پا چکے۔ اُس کی ماں راست باز تھی۔ دونو ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے۔ **دیکھو!** ہم کس طرح کھول کھول کر نشان بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھو! باوجود ایسی پکی بات کے کہاں بھٹکتے ہیں۔ ان کو کہہ دو۔ کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے اجسام و اصنام کی پرستش کرتے ہو۔ جن سے نہ یہہ امید ہو سکتی ہے۔ کہ وہ خوش ہو کر کسی قسم کا نفع پہونچا سکیں۔ اور نہ اُن سے یہ خوف ہو سکتا ہے۔ کہ ناراضگی کی صورت میں کوئی نقصان پہونچا سکیں۔ وہ جامع جمیع صفات کاملہ جو مستحق جمیع عبادات و محامد ہو سکتا ہے۔ وہ اللہ ہے۔ وہی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور کامل علم رکھتا ہے۔ کہ قبول دعا کے بعد داعی کے مقصود کو پورا کرا سکے۔ اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو۔ اور ایسے لوگوں کی خواہش نفسانی کے پیچھے مت لگو جو خود بھی بہکے۔ اور بہتوں کو بہکایا۔ اور راہ مستقیم سے بہک گئے۔ بنی اسرائیل کے کفار پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم کی زبانی لعنت ڈالی گئی۔ اور یہ نتیجہ تھا۔ اُن کے عصیان اور اعتداء کا اور اس کی وجہ یہ بھی ہوئی۔ کہ انہوں نے سوسائٹی میں امر معروف اور نہی منکر کرنا ترک کر دیا۔

دنیا پر قرآن کریم کا یہ احسان عظیم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی **توحید** کو کما حقہٗ اُسی نے قائم کیا۔ جو تمام بلند پروازیوں کا سرچشمہ اور تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ یہہ احسان فی الواقع ایسا احسان ہے۔ کہ جس کے یاد کرنے سے بال بال میں لذت بھر جاتی ہے۔ اور زبان اُس کے شکر کے ادا کرنے سے گنگی ہو جاتی ہے۔ یہہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر دنیا میں قرآن کریم نہ آتا۔ تو کس قدر اندھیر تھا۔ اور کس قدر خوف ناک اندیشہ دنیا کے لعنت سے بھر جانے اور تباہ و ذلیل ہو کر نیست و نابود ہو جانے کا تھا۔ اپنے جیسی **مخلوق** کی پرستش میں مخلوق ڈوبی ہوئی تھی۔ جیسے اب تک وہ قومیں ڈوبی ہوئی ہیں۔ جنہوں نے اس نور سے فیض نہیں اُٹھایا۔

جب میں دنیا کی اُس حالت[1] پر نظر کرتا ہوں۔ جو ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی **بعثت** کے وقت تھی۔ کہ کیسی گندی اور ناپاک اشیاء کی پرستش دنیا میں ہو رہی تھی۔ اور پھر اُس **نور** اور فضل پر غور کرتا ہوں۔ جو وہ رحمۃ للعالمین لے کر آیا۔ تو میرا رونگٹا رونگٹا اس قدر لذت سے بھر جاتا ہے۔ کہ اگر زبان کو بولنے کی پوری طاقت ملتی۔ تو اُس سے شیرینی کے فوارے نکلتے۔ جو تعلق قرآن عظیم نے انسان کا خدا کے ساتھ بتلایا ہے۔ دنیا کی کسی قوم کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوا۔ اُس قوم کو دیکھو۔ جو اپنے زعم میں ہمہ دانش بنے بیٹھی ہے۔ ایک عاجز **انسان** کو جو کھاتا پیتا اور پاخانے پیشاب کا محتاج تھا۔ خدا مانتی ہے۔ ایسے ضعیف انسان کو جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ **الفا۔ اومیگا** قادر مطلق اور ساری حکمتوں کا چشمہ کہا جاتا ہے۔ اور ذوالجلال قادر مطلق کر کے پکارا جاتا ہے۔ کس قدر **ابتلا** دنیا کے لئے تھا۔ دنیا کی عادت ہے کہ بادشاہ کی نقل کرتے ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ **الناس علےٰ دین ملوکھم** اگر قرآن کریم دنیا میں نہ آتا۔ اور اگر یہہ دہائی دے کر بتلانے والی **عزیز** کتاب نہ ہوتی۔ جس نے اُس **فرضی** اور **مصنوعی** خدا کو انسان ثابت کرنے اور حقیقی خدا کی پرستش کو قائم کرنے سے احسان کا بارگراں انسان کی گردن پر رکھا۔ تو آج خدائے واحد کی عبادت کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ یہ اُسی کا طفیل ہے کہ تمام **ارض اللہ** کی مساجد میں کروڑوں بندگان خدا پانچ وقت **اللہ اکبر** کی صدا بلند کرتے اور اللہ تعالیٰ کو **صفات۔ عبادات اور ذات** میں یکتا تسلیم کرتے ہیں۔ یہہ صرف اوسی **عزیز** کتاب کا صدقہ اور اُس پاک رسول کا ذریعہ ہے۔ ورنہ مخلوق پرستی صلیب پرستی کفارہ پرستی اور ان کے بد نتائج کی لعنتی آگ۔ خرمن عالم کو جلا ڈالتی۔ کاش کوئی **انسان** پرست قرآن کریم کی اس پرہیبت حجت کو توڑ کر دکھاتا اور ثابت کرتا۔ کہ مسیح میں خدائی کا مشہود کرشمہ کون تھا۔ افسوس کوئی دلیل اُس کی خدائی پر موجود اور کوئی بھی سند نہیں۔ پھر ایسے ضعیف انسان کو جو ضعیفہ عورت کے پیٹ سے نکلا اور تمام انسانی خصائص

---

[1] **فٹ نوٹ**۔ اپنے مُنہ میاں مٹھو تہذیب کے مہاتما اور علوم حقہ کے **دیوتا** ہندوستان کے رہنے والے عورت اور مرد کے قوے متناسلہ کی پرستش کرتے تھے کیسی شرم ناک بات ہے۔ (ایڈیٹر)

ساتھ رکھتا ہے۔ کھینچ تان کر خدا بنایا جاتا ہے۔ اور ہم تو اس بات کے بھوکے اور پیاسے ہیں۔ کہ **نور افشاں** ہی کبھی اتنی مہربانی کرے۔ کہ کوئی خاصہ مسیح میں ایسا دکھائے۔ جو توریت کی انبیاء میں نہ ہو۔ کیسا آسان فیصلہ ہے۔ ادھر ادھر گھانس پھونس کو پنجہ مارنا بے سود ہے۔

ایک انگریز پادری آہ مار کر کہتا ہے کہ اگر **قرآن** نہ ہوتا۔ تو ساری دنیا عیسائی ہو جاتی۔ ہم **فخر** اور **خوشی** سے ہاں مبارک بادی سے کہتے ہیں۔ کہ بالکل سچ ہے۔ اور یہہ قرآن کریم ہی کا احسان عمیم ہے۔ کہ اُس نے دُنیا کو **ابدی لعنت** اور عیسیٰ پرستی اور اُس کے پرخطر نتائج کے جہنم سے بچا لیا۔

قرآن کریم کا ایک یہہ لطیف اور قابل ناز طرز ہے۔ کہ وہ جو دعوے بیان کرتا ہے۔ اُس کے دلائل بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہے اس آیت میں غور کرو۔ کہ ما المسیح ابن مریم الا رسول الآیۃ س ع۔ عربی زبان کی خوبیوں پر بیدار ہونے والے اور انشاء کی باریکیوں کو سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں۔ کہ اس ترکیب میں کس قدر زور اور خوبی رکھی ہوئی ہے۔ ما المسیح یعنے خدائی اور فوق الانسانیت اُس میں کوئی بات نہیں۔ وہ تو ایک رسول ہی ہے۔ اس رسالت سے بڑھ کر اُس میں اور کوئی برتری نہیں۔ کتنا عظیم الشان دعوے ہے۔ جو قرآن نے ڈنکے کی چوٹ سے کیا ہے۔ مگر آج تک ایک بھی پادری نہ دیکھا۔ کہ جس نے اس کو توڑ کر دکھلایا ہو۔ قرآن شریف دعوے کرتا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی خوبی مسیح میں بتلاؤ۔ جو اُس کو خدائی کا تاج دار بناتی ہو۔ قد خلت من قبلہ الرسل الآیۃ س ع۔ اُس سے پہلے اس طرز کے رسول وفات پا چکے۔ میں نے یہہ آیت اس لئے پڑھی ہے۔ کہ اس پر غور کرنے سے اور اُس کی ترکیب کو سوچنے سے یہہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے آج ہر ایک مسلمان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ایسا ہی ہر مسلمان کو اللہ تعالےٰ کی **عظمت**۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے اور اسلام کا جلال ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ مسیح کی **وفات** پر ایمان رکھے۔ خاتم النبیین صلعم کے وجود کی ضرورت اور آپ کی بعثت کی برکات جب ہی ثابت ہو سکتی اور اسلام کی زندگی اُسی وقت قائم رہ سکتی اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی عزت اُسی صورت میں بحال رہ سکتی ہے۔ کہ مسیح کی موت کا اعتقاد رکھا جائے۔ مسیح کو **زندہ** ماننا تمام مفاسد کی جڑ ہر قسم کے شرک کا منبع اور توحید کا قاتل دشمن ہے۔ کیسی **دل** کو ہلا دینے والی اور روح پر لرزہ ڈالنے والی بات ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت (جو تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کے سزاوار ہیں۔) تو وما محمد الا رسول الخ پڑھ کر یہہ خیال کر لیا جاتا ہے۔ کہ وہ تحت قد خلت من قبلہ الرسل س ع میں داخل ہیں۔ مگر عاجز **ابن مریم** کو جو اس رسول کریم کی محامد اور فضائل کا خود مقر ہے۔ آسمان پر چڑھایا جاتا ہے۔

افسوس صد ہزار افسوس!

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

غرض یہہ ضروری بات ہے۔ کہ جیسے ایک مسلمان کلمہ پر اعتقاد رکھے ویسے ہی قرآن کریم کی عظمت اور اللہ تعالےٰ کے جلال و جبروت کے قائم کرنے کے لئے اُس کا فرض ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل ہو۔ کیونکہ مسیح کی خدائی۔ ابنیت اور کفارہ کی ٹانگ بجز اس کے نہیں ٹوٹتی۔ **دیکھو اور غور کرو!** قرآن کریم میں نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا۔ ہود اور صالح علیہم السلام کی قوموں کی شرارتوں کا ذکر ہوا۔ یہاں تک کہ لوط علیہ السلام کی ناپاک اور گندی قوم کا بھی ذکر ہوا۔ اور بڑے بڑے ہلا دینے والے الفاظ میں نافرمانوں اور سرکشوں کا ذکر ہوا۔ مگر تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا ان دعوا للرحمٰن ولدًا ایسی خوف ناک آیۃ اسی ناشدنی عقیدہ کی نسبت ہی آئی ہے۔ اسی ایک بدعقیدہ پر جو تمام برائیوں کا مخزن اور ہر ایک قسم کی بد اخلاقی اور شیطنت پھیلانے کا ذریعہ ہے۔ کہا گیا۔ تکاد السمٰوٰت آسمان پھٹ پڑیں۔ زمین شگاف شگاف ہو جاوے۔ پہاڑ چور چور ہو کر گر جائیں۔ اس بات کے سننے سے کہ خدا لم یلد و لم یولد کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ یہی وہ ناپاک اعتقاد ہے۔ جس نے زنا۔ شراب۔ انبیاء کی ہتک۔ خدا کی بے عزتی اور دہریت کو دنیا میں پھیلایا۔ کوئی بدی اور جہان بھر میں شر نہیں۔ جو **مسیح** کو زندہ ماننے اور **ابن اللہ** ماننے سے نہ پیدا ہوتی ہو یہہ ایسا اعتقاد ہے۔ کہ اس سے آسمان پھٹ پڑے۔ اور زمین شگاف شگاف ہو جاوے۔ کتنا بڑا احسان ہے۔ اُس رب کریم کا کہ قرآن کو بھیج کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اُس لعنت سے دنیا کو بچا لیا۔ جو اس بدعقیدے کے سبب پھیلی۔ اور قریب تھا کہ آسمان اُس سے پھٹ جاتے۔ زمین قوموں کو نگل جاتی۔ یہہ اُس رحمۃ للعالمین کے وجود باجود کا ذریعہ ہے۔ کہ زمین قائم ہے۔ اور آسمان استادہ ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے سبب نظام عالم

قائم ہے۔ یہ دعوے نہیں حقیقی بات ہے۔ **تقویٰ**۔ **عفت**۔ پرہیزگاری اور تمام نیکیاں جو اس وقت ہو رہی ہیں۔ یا آئندہ ہوں۔ وہ قرآن کریم اور صرف قرآن کریم ہی کی پاک تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اور ان ہی سے نظام عالم قائم ہے۔ آج بھی مجھے اس بات کے کہنے سے ذرا شرم نہیں کہ قرآن کریم کی پاک تعلیم کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور دنیا میں فسق و فجور بڑھ گیا تھا۔ اور دوسری طرف نصرانیت کے عقیدۂ تثلیث و کفارہ اور ابنیت مسیح نے نظام عالم کو تباہ کرنے والا شر مچا رکھا تھا۔ اور یقیناً قریب تھا کہ قیامت کبریٰ قائم ہو جاتی۔ کہ اتنے میں اپنی مستمرہ عادت کے موافق خدا نے وقت پر دستگیری کی۔ اور اپنے برگزیدہ بندہ مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ جس نے پھر اُس پاک تعلیم کو زندہ کیا۔ اور ڈنکے کی چوٹ سے پکار پکار کر اور دلائل اور براہین سے کہا اور دکھایا۔ اور منوا لیا کہ مسیح ایک رسول تھا۔ اور دوسرے اپنے ہم جنس رسولوں کی طرح ایک وقت مقررہ تک دنیا میں رہ کر اُٹھ گیا۔ اُس میں کوئی ایسی خصوصیت پیدا نہ کرو۔ جس سے خاتم الانبیا کی ہتک شان اور خدا کی بے عزتی لازم آوے۔ وہ محض انسان ہے۔ اُسے لوازم بشری سے مستغنی نہ مانو۔

خدا نے آسمان سے دیکھا۔ کہ زمین دوبارہ اُس کے جلال سے بھر گئی۔ اس لئے اُس کے غضب کی آگ تھم گئی۔ مگر اب بھی اگر سچی توحید اور مسیح کی موت کا عقیدہ روحوں میں راسخ نہ ہؤا۔ تو بڑا خوف ہے۔ پھر فرمایا۔

اُس کی ماں راستباز تھی۔ خدا کی ماں کہاں؟ اور پھر کہا کانا کلان الطعام وہ دونو کھانا کھاتے تھے۔ پیٹ ایک ایسی بلا ہے۔ کہ جس کو پیٹ لگ گیا۔ وہ ہر طرح سے محتاج اور سب کا دست نگر ہو گیا۔ کسی عیسائی سے پوچھو کہ کیا ایسا ضعیف انسان جس کو بھوک لگے۔ اور کھانا کھائے۔ کیا وہ خدا ہو سکتا ہے؟ لکھا ہے۔ کہ ایک بار مسیح ایک انجیر کے درخت کے پاس گیا۔ جب کہ اسے بھوک لگی۔ مگر وہاں خاک بھی نہ تھا۔ کیا ایسی محتاج اور بے علم ہستی خدا یا ابن خدا ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اب کیا کوئی پادری ہے۔ جو ان واقعات صحیحہ اور حقہ کی تردید کرے؟

اچھا اور چلو قل اتعبدون من دون اللہ- الآیۃ۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر جو جامع جمیع صفات کاملہ ہے۔ اور تمام برائیوں اور صفات ناقصہ سے منزہ ہے۔ ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو۔ جو نہ تمہیں کچھ نفع پہونچا سکتی ہیں۔ اور نہ گزند پہونچا سکتی ہیں۔ بالطبع عبادت اور پرستش انسان اُسی ہستی کی کرتا ہے۔ جس سے اُس کو امید ہو کہ وہ خوش ہو کر نفع پہونچائیگی۔ یا اگر ناراض ہو جاوے تو نقصان پہونچا دے گی۔ مگر اب مسیح بیچارہ عاجز انسان جس نے دنیا کا ایک کیڑا اور تنکا تک بھی پیدا نہیں کیا۔ جو خود اپنے عجز اور بےکسی کا اظہار یوں کرتا ہے۔ کہ افسوس لومڑیوں کے لئے ماندیں اور ہوائی پرندوں کے لئے بسیرے ہیں۔ مگر ابن آدم کے لئے جگہہ نہیں۔ کہ اپنا سر دھرے۔ کیا وہ ضار و نافع اور معبود ہو سکتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے۔ کہ پھانسی کے وقت اُسے کہا گیا۔ کہ اگر تو سچا ہے تو پھانسی پر سے اُتر آ۔ مگر وہ کچھ نہ بولا۔ ایسا انسان جو اپنے آپ کو دوسروں کے نیچے سے نہیں چھڑا سکتا۔ وہ کسی اور کو کیا ضرر پہونچائیگا۔ اللہ ہی ہے۔ جو ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔ اور وہ ہر بات کا علم رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کوئی عیسائی دعوے نہیں کر سکتا۔ کہ **قبولیت دعا** کا اُسے فخر ملا ہے۔ یہ فخر اگر کسی کو ہو سکتا ہے۔ تو ایک سچے مسلمان اور ایک خدا کے ماننے والے مومن کو مل سکتا ہے۔ اور الحمد للہ ہم آج آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کہ ہم میں سے ہی ایک ہے۔ جو حکماً عدلاً ہو کر آیا۔ اور یہ زندہ اعجاز **خدا تعالےٰ** کے سمیع ہونے کا تازہ ثبوت لے کر آیا۔ **علیم** کے لفظ سے یہ امر ظاہر کرنا مقصود تھا۔ کہ **علوم حقہ** سے صرف خدائے واحد ہی کے پرستار بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اور مخلوق پرست پر علوم حقہ کے دروازے نہیں کھلتے۔ قل یااہل الکتاب لاتغلوا الآیۃ۔ ان کو کہہ دو۔ کہ اے اہل کتاب اپنے دین میں زیادتی نہ کرو۔ اور ایسے گمراہوں کے نقش قدم پر نہ چلو۔ جو صراط مستقیم کو چھوڑ کر بری راہوں پر چلے۔ بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہوئے۔ اون پر خدا نے لعنت کی **داؤد**ؑ اور **مسیح**ؑ **ابن مریم**ؑ کی زبان سے اور یہ اس لئے ہوئی تھی۔ کہ وہ حد اعتدال سے بڑھ نکلے۔ اور نافرمانی کے لئے متجاوز کر گئے۔ بنی اسرائیل کا ایسا حال ہو گیا تھا۔ کہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف قطعاً چھوڑ دیا تھا۔ چھوٹے بڑوں کی شرارتوں پر اور بڑے چھوٹوں کی شیطنتوں پر رضامند ہو گئے تھے۔ اس لئے مسیحؑ اور داؤدؑ کی لسان سے اُن پر لعنت برسی۔ خدا تعالےٰ کا کمال فضل ہے۔ کہ اُس نے نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کی امت محمدیہ کو دی۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

پس ہمارے مسلمان بھائیوں کو مناسب ہے۔ کہ اس **مقدس** اور **قابل ناز** خطابہ کی پرواہ کریں۔ اُن کو سزاوار ہے۔ کہ گناہوں سے خود نفرت کریں۔ اوروں کو نفرت دلائیں۔ نیکیوں سے پیار کریں۔ اور اوروں کو نیکی کی راہیں بتائیں۔ اب پھر وقت آیا ہے۔ کہ دنیا میں سوکھے ہوئے درخت ہرے ہوں۔ خدا تعالےٰ کے فضل کی بارش ہو چکی ہے۔ زمانے کا امام آیا ہے۔ جو **ابن مریم** کے نام سے آیا ہے۔ اور اُس کو **داؤد** بھی کہا گیا ہے۔ پس بڑی ضروری اور **خطرناک** بات ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ اُس کے مقابلہ میں گندی اور ناپاک کوششیں کرنے والے اور اُس[1] سے منہ پھیرنے والے اُس لعنت کے نیچے آجاویں۔ جو داؤد۲ اور مسیح ابن مریم کی زبان سے ہوئی۔ خدا تعالےٰ مجھ کو اور آپ لوگوں کو توفیق دے۔ کہ ہم زمانے کے امام سے وہ باتیں سیکھیں۔ اور اون پر عمل کریں جو وہ سکھانے کے لئے آیا ہے۔

آمین

فٹ[1] نوٹ ۔ جس وقت حضرت مولانا صاحب نے خطبہ میں ختم کرنے سے پیشتر یہ فقرہ کہ "اوس لعنت کے نیچے آجاویں۔ جو داؤدؑ اور مسیحؑ ابن مریم کی زبان سے ہوئی" فرمایا۔ اون کے دل لرزاں کی حالت کے آثار چہرہ سے نظر آتے تھے۔ اور خاص جوش تھا۔ ادھر اُسی وقت حضرت **اقدس امام ہمام** علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عین خطبہ میں اسی فقرہ کے قریب الہام ہوا۔ کہ "یہ **لعنت ابھی زیر آباد میں برستی ہے**" یہ منذر الہام جو اپنا اثر پاک دلوں اور سلیم فطرتوں پر پیدا کر سکتا ہے۔ اُس کا ذکر ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ مولوی صاحب کے **صدق و سداد** اور قرآن کریم کے ساتھ خاص محبت کا ذکر بھی جو اُن کو ہے۔ یہیں چھوڑتے ہیں۔ اور یہہ کہ خدا تعالےٰ نے اُن کے صدق پر اس الہام کے ذریعہ گواہی دی ناظرین خود سمجھ لیں گے۔ ہم صرف یہاں یہہ امر بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جو اس الہام اور حضرت مولانا صاحب کے طرز بیان سے اور اس الہام سے ہمارے دل میں پیدا ہوا۔ کہ اگر اس رکوع کو زمانہ حال کی حالت پر چسپاں کریں۔ تو اوس سے ہمکو بہت مفید باتیں مل سکتی ہیں۔ **چنانچہ** غور کرنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ یہہ کل آیات گویا آجکل ہی کیلئے تھیں۔ اور لاریب ہیں۔ یہی تو قرآن کریم کی خوبی ہے۔ کہ وہ ہر زمانہ میں تازہ اور زندہ کلام ہے۔

ہم اسوقت صرف دو باتوں کا ذکر کرینگے۔ ناظرین اگر زیادہ تدبر کریں تو وہ اور بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ **ما المسیح** ابن مریم الآیۃ بیان فرمانیکے بعد قل اتعبدون من دون اللہ الخ کا ارشاد ایسا موزوں اور مناسب ہے۔ کہ اسکی ترتیب میں جتنا غور کریں۔ لطف بڑھتا اور ایمان تازہ ہوتا ہے مطلب یہ معلوم دیتا ہے۔ کہ دلائل اور براہین پر جب یہ نہیں مانتے تو پھر ان کو بتلا دیا جاوے۔ کہ تم ایسی چیزوں کے پرستار ہو۔ جو نافع اور ضار نہیں۔ اور تم کو ان سے ہٹانے والا اللہ **سمیع العلیم** کا فرستادہ ہے۔ جس سے یہ راز کھلتا ہے۔ کہ جو مامور من اللہ آتا ہے۔ پہلے وہ عام دلائل اور مشاہدہ صحیحہ میں آئی ہوئی بدیہی باتوں سے اتمام حجت کرتا ہے۔ اس پر بھی نادان اگر نہیں مانتے۔ تو اُس کو ضروری ہوتا ہے۔ کہ **سمیع العلیم** خدا کا کرشمہ دکھاوے۔ چونکہ انسان کا جس چیز سے تعلق اور محبت ہو۔ اوس چیز کے اظلال اوس میں پائے جاتے ہیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک مٹی کا ذکر لکھا ہے۔ جس کو ہم تسہیل مطالب کیلئے لکھتے ہیں۔

قطعہ

گلے خوشبوے درحمام روزے +
رسید از دست محبوبے بدستم +
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری +
کہ از بوے دلاویز تو مستم +
بگفتا من گلے ناچیز بودم +
ولیکن مدتی با گل نشستم +
جمال ہمنشیں در من اثر کرد +
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم +

اور یہ ایک بدیہی بات ہے۔ کہ **صحبت** میں اثر ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ سے تعلق رکھنے والا اور اوس کی طرف منسوب ہونے والا اپنے اندر وہ اظلال و آثار ضرور رکھے گا۔

مسیح علیہ السلام کے اس قصہ میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ اُس کے **قدم** پر **آنے والا مسیح** جو چودھویں صدی کا امام اور حکم ہو گا۔ دلائل و براہین سے نادان منکر نہ مانیں گے۔ تو آخر **سمیع العلیم** خدا کا کرشمہ ظاہر ہو گا +

اور جیسے عام طور پر **امام** کا خاصہ ہونا چاہئے۔ کہ **قبولیت دعا** اور **علوم حقہ** کے دروازے اُس پر کھلیں اوس پر کھولے جائیں گے۔ اور مخالف! اہ! خائب و خاسر مخالف! اُس کو گزند پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ مگر اللہ تعالےٰ اون کی تدابیر سیئہ سے اوس کو دوا (؟) کرے گا۔ اور اوسکی دعاؤں سے اون سے محفوظ رکھیگا۔ **قبولیت دعا** کا نشان اوسے دیا جاوے گا۔ جو **السمیع** کے لفظ سے پایا جاتا ہے۔

چنانچہ آج وہ وقت ہے کہ امام زمان نے اس نشان کو بڑے دعوے سے بیان کیا ہے۔ کہ جس قدر دعائیں میری قبول ہوئی ہیں۔ کوئی مقابلہ کرے اور یہ نشان خصوصًا مجھے ملا ہے۔ جیسا ہر ایک امام کو ملتا ہے۔

العلیم کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اوسکو علمی رنگ کا نشان بھی دیا جاویگا۔ اس **علمی** رنگ کے نشانوں میں دو قسم کے نشان مرکوز ہیں۔ ایک تو جیسے **علیم** کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے **اظہار غیب** کیونکہ خدائے علیم تو حالات مستقبلہ بھی خوب جانتا ہے اوس پر بھی بعض امور واقعات آئندہ کی پیشگوئیوں کے رنگ میں کھولے جائیں گے۔ اور پھر **علوم حقہ** کا باب بھی کھلیگا۔

چنانچہ الحمد للہ ہم آج دیکھتے ہیں۔ کہ **عربی تصانیف** کا دریائے کس زور شور سے بہ رہا ہے۔ اور پیشگوئیوں کا سلسلہ بھی ایک لمبا سلسلہ ہے جنمیں سے ہزارہا پوری ہو چکی ہیں۔ اور خدا کا بیقیاس فضل ہم پر ہے۔ کہ ہم ہر روز ایک نشان دیکھتے ہیں۔

پس العلیم کے لفظ میں دو **نشانوں پیشگوئیوں**

شناختِ امام

کسی راستباز اور **مامور** من اللہ کی پوری اور سچی کامیابی کا معیار وہ **فتح** ہے۔ جو اُس کو اُن دلوں پر حاصل ہوتی ہے۔ جن تک وہ اپنا نہیں..... اُس خدائے لایزال کا پیام پہونچاتا ہے۔ جس نے اُس کو **مامور** کرکے اصلاح دنیا کے لئے بھیجا ہے۔ اور پھر اُن **مفتوح** اور **مسخر قلوب** میں سے۔ اُن دلوں کو اپنے سلاسل اطاعت میں اسیر کر لینا اوس کی **فتح** کی شان کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ جو اپنی نوعیت اور حیثیت میں بہت سے پہلوؤں میں اُس کی ہم شکل ہوں۔

انسان کی فطرت میں ایک یہہ قوت بھی ودیعت رکھی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے ہم شکل و ہم جنس کی اطاعت پر خوش نہیں ہوتا۔ اور پھر اپنے ہم ملک اور ہم قوم کی اطاعت پر اور بھی سستی سے قدم اُٹھاتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اگر وہ **مطاع** اُس کا ہی ہم شہر یا ہم محلہ اور اُس کی ہی برادری سے ہو۔ تو اور بھی کم رجوع کرتا ہے۔ یہی وہ رازؔ یا **سرّ** ہے۔ جو **مامور من اللہ** کی اطاعت اختیار کرنے میں اکثر لوگوں کے لئے سدِّ راہ ہو جاتا ہے اصل بات یہہ ہے۔ کہ ایسی غیرت وحمیت کے ہوتے ہوئے اگر انسان پھر **مامور من اللہ** کی شناخت کرکے اُس کے پیچھے ہو لے۔ تو

لاریب وہ مدارج علیا کا حق دار ہو جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہی وہ راز ہے۔ جو **مامور من اللہ** کے ساتھ ہونے والوں کو **فوز عظیم** کے وعدے دیئے گئے ہیں اور یہ بات ہے بھی سچ۔ کیونکہ زیادہ قابل عزت و وقعت وہی انسان سمجھا جاوے گا۔ جو قوائے شہوانی اور جذبات نفسانی رکھتا ہُوا بھی اور حسین و جمیلہ لڑکیوں کے گروہ میں رہ کر بھی پاک باز اور عفت مآب ثابت ہو۔ وہ مخنث فطرت جس کو ایسے قوے سے بہرہ ہی نہ ملا۔ اپنی کیا خوبی اور عظمت بتلا سکتا ہے۔

پس انسان میں فطرتاً ایسے خواص کا ہونا کہ وہ اپنے ہم جنس انسان کی اطاعت کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف دیکھے۔ اور پھر کرے۔ اُس کی **ترقی مدارج** کا موجب ہے۔ اور یہی وہ رازؔ ہے۔ جو **نادان** ظاہر پرست اور کوتاہ اندیش لوگوں نے نہ سمجھ کر خلق **شیطان** پر اعتراض کیا ہے۔ شیطان در اصل انسانی مدارج کی ترقی کا ایک ذریعہ ہے مگر بد باطن اور کمزور طبیعت کے لوگ اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

یہ ایک سچی فلسفی ہے۔ زہریلی اشیاء مثل سم الفار وغیرہ دنیا میں موجود ہیں۔ کیا **خدا** نے اُن کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ نادان انسان کھا کھا کر ہلاک ہوں؟ یا ایک دوسرے کی ہلاکت کا موجب ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں وہ تو انسان کی زندگی کی ایک مدد اور معاون چیز ہے۔ اور اُن ہزارہا زہروں کی تریاق ہے۔ جو انسان کی اپنی غلط کاریوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ اصل یہی ہے۔ کہ دنیا میں کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ مگر انسان کا استعمال اُسے مضر بنا لیتا ہے۔

ہم ایک اور بات بھی بیان کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ جہاں ان اشیاء میں ایسے خواص اور قلوب انسانی میں ایسے مادے بغرض اصلاح انسان رکھے گئے ہیں۔ جو بہ ظاہر اُس کی اصلاح کے دشمن اور جان کے لینے والے قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ وہاں اُن پر غلبہ پانے اور اقتدار حاصل کرنے کے قوے اوس سے زیادہ قوی موجود ہیں۔ لیکن چونکہ اول الذکر **دلچسپ** اور خوش نما نظر آتے ہیں۔ نادان اور ضعیف انسان اُن کا استعمال اور دوسروں کا عدم استعمال شروع کر دیتا ہے۔ پھر حسب قانون مستمرہ قدرت اول الذکر اپنی زہر پیدا کرتے ہیں۔ اور آخر الذکر کا تریاق کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ زہر غالب آ جاتی اور تریاق کو بھی زہر کر لیتی ہے۔ انسان کی **انٹلیکچوال پاورز** (قوائے ذہنی) کے فلسفہ پر غور کرنے سے ان باتوں کی تفتیش اور تحقیق میں ایک خاص لذت ملتی ہے۔

بہرحال انسان میں ایسے قوائے فطرتاً موجود ہیں۔ جو اُس کو اپنے ہم جنس کی اطاعت کی اجازت دینا نہیں چاہتے۔ **ورنہ کیا بھید تھا؟** جو ہر ایک آنے

رسول کو کہا گیا - ماانت الا بشر مثلنا ملا یکہ تو وہ سر تھا - اور پھر اس میں کیا مصلحت ایزدی ہے - کہ رسول اُسی ملک کا باشندہ اور اُسی قوم کا ایک فرد آتا ہے جس ملک اور قوم کی طرف وہ مامور ہوتا ہے - اسی لئے کہ اُس کی اطاعت کی طرف وہ اور بھی کم جھکنے کا اظہار کریں گے - ورنہ ہو سکتا تھا - کہ کسی دوسرے ملک اور قوم میں سے آجاتا - اگر ایسا ہوتا تو وہ اعلیٰ مدارج کیونکر ملتے - غرض ہم نے مختصراً اس راز کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسی قوم اور ملک میں کا یا یوں کہو کہ رسول منہم کیوں آتا ہے؟ اس بیان سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ باوجود ایسی رکاوٹوں کے جو طبعاً انسان کے لئے ایک صداقت کے قبول کرنے کے راہ پر ہوتی ہیں - پھر اگر ایک دل بھی پوری محبت ہاں ایسی محبت کے ساتھ جو اُس کو اپنی جان اپنے عزیز و اقارب یہاں تک کہ اپنے مربی و محسن والدین کو بھی اُس ایک انسان کی محبت پر قربان کر دینے کو آمادہ کر دے اور اس کے ساتھ ہو لے تو یقیناً سمجھو - اُس آنے والے نے ایک قابل ناز فتح حاصل کی - اور اگر وہ ایسے بہت سے دلوں کو تسخیر کر لے - اور اپنا گرویدہ بنا لے - تو پھر اُس کے عظیم الشان - مظفر و منصور ہونے میں کیا شبہ رہا - یہہ مضمون ایسا لذیذ ہے - کہ جی چاہتا ہے - کہ لکھتے جائیں مگر طوالت کا خیال مانع ہے - اس لئے اب مختصر کرتے ہیں -

اس اصول کے بعد ہم یہہ بیان کرنا چاہتے ہیں - کہ اس زمانہ میں بھی ایک مدعی ماموریت من اللہ ہونے کا دعوے دار ہے - اور وہ کسی دور دراز ملک اور دیش سے نہیں آیا - نہ ایسا ہے - کہ ہم اُس کی زبان سے اور وہ ہماری بولی سے آشنا ہی نہیں - وہ ہم میں سے ہی ایک ہے - اسی پنجاب کا رہنے والا ہے - اُس نے ہم میں ہی پرورش پائی - اور بڑھا - اب اُس کے دعوے کی صداقت کے لئے ہم اتنا ہی دیکھنا چاہتے ہیں - کہ کیا اُس نے ایسے دلوں پر فتح پائی ہے - یا نہیں؟ ہم اون تمام خوارق اور معارف اور اعجازی امور کو جو اُس کے ہاتھ سے سرزد ہوئے چھوڑتے ہیں - صرف یہی ایک بات دیکھتے ہیں - کہ وہ تسخیر قلوب میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے - ہاں! بے شک اُس نے ایسے دل حاصل کئے ہیں - اور اون روحوں پر اپنا سکہ جمایا ہے - جن پر فتح پانا انسانی کام نہ تھا - اور پھر ایسی فتح کہ جان - مال - عزت - آبرو - سب کچھ اُنہوں نے اُس کے ہاتھ میں دے دی - بے شک یہہ ہے - فتح مندی یہہ ہے - وہ کامیابی جسے کامیابی کہنا چاہئے - اور پھر ایک نہیں - دو نہیں - دس نہیں - ہزاروں دل ایسے اپنی سلک اطاعت میں منسلک کئے کہ ایک دوسرے سے زیادہ ارادت اور عقیدت رکھتا ہے - وہ مدعی کون ہے؟

عالی جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ایدہ اللہ الودود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس کامیابی کے اظہار کے لئے اگر ہم دفتروں کے دفتر لکھیں - تو ختم نہ ہوں - ہم صرف ذیل میں اون تسخیر شدہ دلوں میں سے ایک دل کا ذکر کرتے ہیں - اور وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں - بلکہ خود اُس کے اپنے ہی الفاظ میں جو روح اور راستی کے ساتھ ایک عظیم الشان طاقت و قوت کی بنا پر جو اُس کی روح کو حاصل ہوئی ہوئی معلوم ہوتی ہے - اُس نے اپنے ایک خط کے ذریعہ ظاہر کئے ہیں - اس مسخر دل سے ہمارے مخدوم و محسن جناب مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی مراد ہیں - اور یہہ خط اُنہوں نے اپنے ایک قدیم دوست چودھری نصر اللہ خاں صاحب پلیڈر سیالکوٹ کے نام بطور تبلیغ لکھا ہے - خط پر ہم کیا ریمارک کریں اسے صرف ناظرین ہی کی غور و فکر کے لئے چھوڑ دیتے ہیں - وہ دیکھیں گے - کہ کس سچے جوش اور ارادت سے تبلیغ کی گئی ہے اس سے یہہ امر بھی ثابت ہوگا - کہ مولوی صاحب کو چودھری صاحب ممدوح سے کس قدر محبت ہے - کیونکہ انسان جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے - اپنے احباب کے لئے بھی اُسے عزیز رکھتا ہے - ہم کو اس امر کے اظہار کی کچھ ضرورت نہیں - کہ اُن کو امام الوقت کے ساتھ کہاں تک ارادت ہے - کہ ماں - باپ - عزیز و اقارب کی محبتوں تک کو وہ اُس کی محبت میں سرد کئے بیٹھے ہیں - ناظرین پڑھیں - اور غور کریں - کہ ایسے اشخاص کا حضرت اقدس کے پیچھے ہو لینا - کیا کم کامیابی ہے؟ سوچو! اور پھر سوچو! جناب مخدومنا مولانا مولوی نور الدین صاحب کے حالات سے جو واقف ہیں - اُن کو اور بھی غور کرنے کے لئے ایک وسیع میدان ملے گا - کہ کیونکر ایک شخص کی اطاعت کے لئے جو درحقیقت اللہ اور رسول کی اطاعت ہے - وطن چھوڑا - مال و دولت چھوڑی اعزاز چھوڑا - اور سب کچھ چھوڑا - الغرض ایسے ہزارہا لوگ ہیں گے - جنہوں نے اس امام کو پہچانا - اور اوس کے پیچھے ہو لئے ہیں - اور الحمد للہ ہم بھی علی الاعلان اظہار کرتے ہیں - کہ خدا نے ہم کو بھی توفیق دی کہ اس امام کو پہچانیں اور اُس کے پیچھے ہو لیں - خدا تعالےٰ

ہم کو اور اُن تمام احباب کو جو اس نعمت کو پا چکے ہیں۔ استقامت نصیب کرے اور اُس غرض کو سمجھا دے۔ جس کے لئے وہ امام ہو کر آیا ہے۔ آمین۔

بالآخر ہم پھر ایک بار کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اس **خط** کو ہمارے مخالف خصوصًا غور سے پڑھیں۔ کیونکہ اس میں اُن کے لئے نور ہے۔ اور اُنہیں ایک **راست باز** کی شناخت کی راہ نظر آتی ہے۔

ہمارے دوست اس خط کو ایک دوسری نظر سے پڑھیں۔ اور وہ اپنے اندر ٹٹول کر دیکھیں۔ کہ جب تک انسان **امام** کے ساتھ تعلق پیدا کر کے دنیا اور اہل دنیا کی **محبتوں** کو اُس کی محبت پر قربان نہ کر دے۔ وہ سچا متبع نہیں ہو سکتا۔ اس **گرامی قدر خط** کے سچی ارادت اور حقیقی عقیدت سے لکھے **جانے** کا ہمارے پاس یہہ قوی اور زبردست ثبوت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خود اُس کو قبولیت کا درجہ دیا۔ یعنے **حضرت اقدس** امام الزمان سلمہ اللہ الرحمٰن نے اتفاقًا اُسے پڑھا۔ اور اپنے جدید اور **ضروری رسالہ ضرورۃ الامام** کا ایک **جزو** قرار دیا۔ آخر میں دعا ہے۔ کہ جس **نیت** اور **غرض** کے لئے یہہ خط لکھا گیا ہے۔ خدا تعالےٰ اُسے پورا کرے۔ اب ہم وہ اصل خط درج کرتے ہیں۔

وہو ہذا

مولوی عبدالکریم صاحب کا خط ایک دوست کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ نبیہ
اما بعد

من عبدالکریم الےٰ اخی و حبی نصراللہ خاں۔ سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آج میرے دل میں پھر تحریک ہوئی ہے۔ کہ کچھ درد دل کی کہانی آپ کو سناؤں ممکن ہے۔ کہ آپ بھی میرے ہمدرد بن جائیں۔ اتنی مدت کے بعد یہ تحریک خالی از مصالح نہ ہوگی۔ محرک قلوب اپنے بندوں کو عبث کام کی ترغیب نہیں دیا کرتا۔

چوہدری صاحب! میں بھی ابن آدم ہوں۔ ضعیف عورت کے پیٹ سے نکلا ہوں۔ ضرور ہے۔ انسانی کمزوری۔ تعلقات کی کششیں اور رقت مجھ میں بھی ہو۔ بطن عورت سے نکلا ہؤا اگر اور عوارض اسے چمٹ نہ جائیں۔ تو سنگ دل نہیں ہو سکتا۔ میری ماں بڑی رقیق قلب والی بڑھیا دائم المریض موجود ہے۔ میرا باپ بھی ہے۔ (اللھم عافہ و والدہ و وفقہ للحسنے) میرے عزیز اور نہایت ہی عزیز بھائی بھی ہیں۔ اور اور تعلقات بھی ہیں۔ تو پھر کیا میں پتھر کا کلیجہ رکھتا ہوں جو مہینوں گذر گئے یہاں دھونی رمائے بیٹھا ہوں۔ یا کیا میں سودائی ہوں۔ اور میرے حواس میں خلل ہے۔ یا کیا میں مقلد کور باطن اور علوم حقہ سے نا بلد محض ہوں۔ یا کیا میں فاسقانہ زندگی بسر کرنے میں اپنے کنبہ اپنے محلہ اور اپنے شہر میں مشہور ہوں۔ یا کیا میں مفلس نا دار پیٹ کی غرض سے نت نئے بھروپ بدلنے والا قلاش ہوں۔ **یعلم اللہ والملائکۃ یشہدون**۔ کہ میں بحمد اللہ ان سب معائب سے بری ہوں۔ **و لا ازکی نفسی و لکن اللہ یزکی من یشاء**۔

تو پھر کس بات نے مجھ میں ایسی استقامت پیدا کر رکھی ہے۔ جو ان سب تعلقات پر غالب آگئی ہے۔ بہت صاف بات اور ایک ہی لفظ میں ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہہ ہے۔ **امام زمان کی شناخت**۔ اللہ اللہ یہ کیا بات ہے۔ جس میں ایسی زبردست قدرت ہے۔ جو سارے ہی سلسلوں کو توڑ تاڑ دیتی ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں۔ میں بہ قدر استطاعت کتاب اللہ کے معارف و اسرار سے بہرہ مند ہوں۔ اور اپنے گھر میں کتاب اللہ کے پڑھنے اور پڑھانے کے سوا مجھے اور کوئی شغل نہیں ہوتا۔ پھر میں یہاں کیا سیکھتا ہوں۔ کیا وہ گھر میں پڑھنا اور ایک معتد بہ جماعت میں مشار الیہ اور مطمح انظار بننا میری روح یا میرے نفس کے بہلانے کو کافی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ **واللہ ثم تاللہ** ہرگز نہیں۔ میں قرآن کریم پڑھتا۔ لوگوں کو سناتا۔ جمعہ میں ممبر پر کھڑا ہو کر بڑے پر اثر اخلاقی وعظیں کرتا۔ اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا۔ اور نواہی سے بچنے کی تاکیدیں کرتا مگر میرا نفس ہمیشہ مجھے اندر اندر ملامتیں کرتا۔ **لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون** شرٖ۲۸ میں۔ دوسروں کو رلاتا۔ پر خود نہ روتا۔ اوروں کو ناکردنی اور ناگفتنی امور سے ہٹاتا پر خود نہ ہٹتا چونکہ منشعۃً ریا کار اور خود غرض مکار

نہ تھا۔ اور حقیقتاً حصول جاہ و دنیا میرا قبلہ ہمت نہ تھا۔ میرے دل میں جب ذرا تنہا ہوتا ہجوم کر کے بہت خیالات آتے۔ مگر چونکہ اپنی اصلاح کے لئے کوئی راہ نہ دیکھتا نظر نہ آتا اور ایمان ایسے چھوٹے خشک علموں پر قانع ہونے کی اجازت بھی نہ دیتا۔ آخر ان کشاکشوں سے ضعف دل کے سخت مرض میں گرفتار ہو گیا۔ بارہا مصمم ارادہ کیا کہ پڑھنا پڑھانا اور وعظ کرنا قطعاً چھوڑ دوں۔ پھر پھر لپک کر اخلاق کی کتابوں۔ تصوف کی کتابوں اور تفاسیر کو پڑھتا۔ احیاء العلوم اور عوارف المعارف اور فتوحات مکیہ ہر چہار جلد اور اور کثیر کتابیں اسی غرض سے پڑھیں اور بہ توجہ پڑھیں۔ اور قرآن کریم تو میری روح کی غذا تھی۔ اور بحمد اللہ ہے۔ بچپن سے اور بالکل بے شعوری کے سن سے اس پاک بزرگ کی کتاب سے مجھے اس قدر انس ہے۔ کہ میں اس کا کم و کیف بیان نہیں کر سکتا۔ غرض علم تو بڑھ گیا۔ اور مجلس کے خوش کرنے اور وعظ کو سجانے کے لئے لطائف ظرائف بھی بہت حاصل ہو گئے۔ اور میں نے دیکھا کہ بہت سے بیمار میرے ہاتھوں سے چنگے بھی ہو گئے۔ مگر مجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوتی تھی۔ آخر بڑے حیص بیص کے بعد مجھ پر کھولا گیا۔ کہ زندہ نمونہ یا اُس زندگی کے چشمہ پر پہونچنے کے سوا جو اندرونی آلائشوں کو دھو سکتا ہو۔ یہ میل روح سے اُترنے والی نہیں۔ ہادی کامل خاتم الانبیاء صلوات اللہ علیہ وسلامہ

نے کس طرح صحابہ کو منازل سلوک ۲۳ برس میں طے کرائیں۔ قرآن علم تھا۔ اور آپ اس کا سچا عملی نمونہ تھے۔ قرآن کے احکام کی عظمت و جبروت کو مجرد الفاظ اور علمی رنگ نے فوق العادہ رنگ میں قلوب پر نہیں بٹھایا۔ بلکہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عملی نمونوں۔ اور بے نظیر اخلاق اور دیگر تائیدات سماویہ کی رفاقت اور پیاپے ظہور نے ایسا لازوال سکہ آپ کے خدام کے دلوں پر جمایا۔ خدا تعالیٰ کو چونکہ اسلام بہت پیارا ہے۔ اور اُس کا ابد الدھر تک قائم رکھنا منظور ہے۔ اس لئے اس نے پسند نہیں کیا کہ یہ مذہب بھی دیگر مذاہب عالم کی طرح قصوں اور افسانوں کے رنگ میں ہو کر تقویم پارینہ ہو جائے۔ اس پاک مذہب میں ہر زمانہ میں زندہ نمونے موجود رہے ہیں جنہوں نے علمی اور عملی طور پر حامل قرآن علیہ صلوات الرحمٰن کا زمانہ لوگوں کو یاد دلایا۔ اسی سنت کے موافق ہمارے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود ایدہ اللہ الودود کو ہم میں کھڑا کیا کہ زمانہ پر وہ ایک گواہ ہو جائے بیشے جو کچھ اس خط میں لکھنا چاہا تھا۔ حضرت اقدس امام صادق علیہ السلام کے وجود پاک کی ضرورت پر چند وجدانی دلائل تھے۔ اس اثنا میں بعض تحریکات کی وجہ سے خود حضرت اقدس نے ”ضرورت امام“ پر پرسوں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھ ڈالا ہے۔ جو عنقریب شائع ہو گا۔ ناچار میں نے اس ارادے

کو چھوڑ دیا۔

بالآخر میں اپنی نیکی سے بھری ہوئی صحبتوں کو آپ کے باقاعدہ حسن ظن۴ کو اور ان سب پر آپ کی نیکدل اور پاک تیاری کو آپ کو یاد دلاتا۔ اور آپ کی ضمیر روشن اور فطرت مستقیمہ کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ کہ آپ سوچیں وقت بہت نازک ہے۔ جس زندہ ایمان کو قرآن چاہتا ہے۔ اور جیسی گناہ سوز آگ قرآن سینوں میں پیدا کرنی چاہتا ہے۔ وہ کہاں ہے میں خدائے رب عرش عظیم کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ وہی ایمان حضرت نائب الرسول مسیح موعود کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اُس کی پاک صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اب اس کار خیر میں توقف کرنے سے مجھے خوف ہے۔ کہ دل میں کوئی خوفناک تبدیلی پیدا نہ ہو جائے دنیا کا خوف چھوڑ دو۔ اور خدا کے لئے سب کچھ کھو دو۔ کہ یقیناً سب کچھ مل جائے گا۔ والسلام

۱۔ اکتوبر ۹۸ء

عاجز عبد الکریم از قادیان

الانذار

جلسہ طاعون کی مفصل تقریریں اور حضرت اقدس کی کل کارروائی درج کی گئی ہے۔

میر حامد شاہ صاحب کی بیدار کرنے والی نظم اور چوہدری رستم علی صاحب کا قصیدہ بھی شامل ہے۔

با ایں ہمہ قیمت صرف ۳ علاوہ محصول ڈاک ہے۔

جملہ درخواستیں باجازت وی پی ایڈیٹر الحکم کے نام ہو۔

۴ آپ کے اپنی نسبت کمال حسن ارادت کے ساتھ درس کتاب الدین حاضر ہونے کو

اشتہار

میلہ مال مویشی و اسپان دیوالی ۸ نومبر ۱۸۹۸ء سے شروع ہو کر ۱۷ نومبر ۱۸۹۸ء تک امرتسر میں قرار پایا ہے۔ اس لئے مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ مبلغ دو ہزار دس روپیہ (۲۰۱۰) مال مویشی کو مطابق شرائط مندرجہ فہرست انعام کے جو مشتہر کی گئی ہے۔ دیا جاویگا۔ اور مبلغ اسار گھوڑوں کو انعام دیا جاویگا اس میں سے مبلغ ۱۱ روپیہ ایسے اسپان کو جو واسطے رسالہ کے خرید کئے جاوینگے دیا جاویگا۔ اگر کسی کو فہرست انعام درکار ہو تو درخواست بھیجکر منگوالے مویشی قابل انعام تاریخ تشخیص انعام سے پہلے داخل احاطہ انعام ہونے چاہیئے ورنہ قابل انعام تصور نہیں ہونگے۔ اور مادہ گاوان قابل انعام کے دودھ کا امتحان تاریخ تشخیص انعام سے تین روز پہلے کیا جاوے گا یعنے ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ نومبر ۱۸۹۸ء کو دو وقت صبح اور شام دودھ دوہ کر وزن کیا جاویگا اور نیز میلہ اسپان بھی حسب دستور اس موقعہ پر ہو گا۔ فروخت اسپان پر ایک روپیہ فیصدی محصول لیا جاویگا اور واضح ہو کہ میلہ مویشی میں جو ٹکٹ فیس وقت داخل ہونے احاطہ میں مال کے دیا جاتا ہے وہ بوقت واپس یعنے باہر نکال لے جانے مویشی کے دروازہ پر واپس لیا جاویگا۔ اور خریدار مال کے پاس رسید بطور سند وصول یابی قیمت کی رہیگی +

المشتہر

مسٹر جے۔ جی السپ صاحب بہادر سیکرٹری میونسپل کمیٹی امرتسر

۱۰ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ہم لٹاتے ہیں آج لعل و گہر + نہ رہے کوئی لاولد مضطر
اعنی ہے حق میں ہر بشر کے پسر + لعل و گہر ہیں تبسم سے بڑھ کر

اظہار بشارت

ناظرین ذی وقار نہ اشتہار و اسناد بیشمار سے کماحقہ اطمینان کر سکتے ہیں۔ اور گندم نما جو فروش اشتہاریوں سے جو نہ طبیب ہیں نہ ڈاکٹر جان و مال کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یہاں خیر خواہی عام اور راست بازی سے کام ہے مریض ان کو آزمائیں۔ شرطیہ دوا آزمائیں۔ جھوٹوں کو سچا اور سچوں کو جھوٹا نہ بتائیں۔

شفاخانہ یونانی

شیخ نظام الدین حکیم

امرت سر

معیار صداقت

بلا شرطیہ معالجہ صرف قیمت دوا سے کیا جاتا ہے۔ اور شرطیہ میں اقرار نامہ اسٹامپ پر لکھا یا جاتا ہے۔ جس کو اس پر بھی یقین نہ آوے وہ مچلکہ لکھوا لے۔ اگر مراد پوری نہ ہو دوا کا خرچ واپس بلکہ ہرجانہ و جرمانہ تو صحت کے طالبو! اولاد کے آرزو مند یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے دو فضل خداداد کی منادی ہے۔ عام مبارکبادی ہے۔

اس خادم الاطباء کو ۴۸ سالہ طبیہ تجربات اور فقراء کاملین و سیاحین کی خدمات سے ایسے سریع التاثیر نسخے ہاتھ آئے ہیں۔ کہ اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ خصوصاً اولاد و فرزند نرینہ و حیات مولود و دفع اسقاط کے لئے تیر بہدف ہیں۔ اگرچہ کثرت اشتہارات نے خلق کو بدظن کر دیا۔ مگر سہ خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ بندہ کو اس نعمت خداداد کے پوشیدہ رکھنے کا حکم نہیں۔ بزرگوں کے ارشاد سے فیض عام کا اشتہار ہے۔ کہ ادویہ تو وہی ہوں گی۔ مگر نمبر اول کم مقدور والے صرف خرچ مندرجہ سے اور (۲) تونگر عہدہ دار خرچ دو چند سے دوائیں لے جائیں۔ اور دلی مراد پائیں (۳) شرطیہ پیشگی آمدنی یک ماہ علاوہ خرچ دوا دے کر رسید دستخطی لے۔ اگر میعاد مقررہ کے اندر امید بر آئے بندہ کا حق ہے۔ ورنہ واپس لے جائے۔ (۴) شرطیہ بالعد خرچ دوا دے کر اقرار نامہ آمد دو ماہ لکھ دے۔ بہ شرط پیدائش نرینہ بمیعاد معینہ ادا کرے۔ ورنہ خرچ دوا بھی بذریعہ رسید واپس لے۔ (۵) زر تصفیہ شدہ فیمابین معتبر شخص کے بہ رضامندی طرفین امانت رکھ دیں۔ بہ شرط کامیابی بندہ پاوے۔ ورنہ واپس لیں۔ (۶) اس پر بھی اطمینان نہ ہو۔ تو مچلکہ شرطیہ لکھائیں۔ وقت تولد فرزند نرینہ آمدنی چہار ماہ واجب الوصول ہو۔ ورنہ ہرجانہ بہ شرط حسب قرار داد قبول۔ بفضل خداداد کی منادی ہر طرح کرا دی۔ شرطیہ اقرار نامہ سے جھوٹے اشتہاروں کی بنیاد ڈھا دی۔ اگر علاج میں شک ہو۔ تحقیق کرا لو۔ مراد پانا بے پرواہاں کو گراں ہے۔ فرزند نرینہ لاکھوں سے ارزاں ہے۔ جو گھر اس لعل سے منور نہیں وہ خانہ خراب ہے۔ گھر نہیں ہے برباد شدہ ہے۔ کہ جس کا ثمر نہیں۔ کم نام وہ شجر ہے کہ جس کا پسر نہیں۔ کتاب اسناد کامل فہرست و پرچہ تشخیص لاولدی ایک ٹکٹ بھیج کر منگوا لیجیے۔ جن مایوسین نے زندگی دوبارہ پائی۔ اور جن کی دلی مراد بر آئی ملاحظہ فرمایئے۔ تشخیص مرض کے بعد بذریعہ خط و کتابت علاج ہوتا ہے۔ طریق استعمال دوا و غذا پرہیز ٹکٹ تحفہ طبیہ سے واضح ہو گا۔ والیان ریاست و امراء حسب منشا خود شرائط مندرجہ سے مستثنیٰ ہیں۔

نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی
۱	جس کے اولاد نہ ہو	عه	۱۰	قولنج دوری	صه	۱۹	لقوہ	عا	۲۸	نل اترنا	صه
۲	جسکی اولاد چھوٹی مرجاوے	صه	۱۱	سوزاک	صه	۲۰	بھگندر	عا	۲۹	طول وعرض وعمق کو زائد	صه
۳	جسکے لڑکیاں ہوں لڑکا نہ ہو	صه	۱۲	سرعت	عا	۲۱	ناسور	عا	۳۰	خضاب سالانہ	عا
۴	جسکا حمل ۶-۸ ماہ گر جاوے	صه	۱۳	جریان	عا	۲۲	بواسیر خونی وبادی	صه	۳۱	نزلہ وزکام	عا
۵	کمزوری	عه	۱۴	غلط کاری	صه	۲۳	ادھرنگ	عه	۳۲	تسہیل ولادت	عا
۶	مرگی	صه	۱۵	گنٹھیا	عا	۲۴	ضیق النفس	عه		اسپغمہ مجرب المجرب	عا
۷	تپ دق	عه	۱۶	سفیدی آنکھ	عـ	۲۵	لیپھ	صه		تیجا۔چوتھیا تپ نانہ	عه
۸	ضعف باہ	صه	۱۷	ضعف بصر	عا	۲۶	آتشک	صه		ضعف ہضم	عه
۹	ضعف جگر	عا	۱۸	سیل	ٹا	۲۷	آتشک گل بدن	عه		سرسام	عا

المشتہر۔ شیخ نظام الدین حکیم امرت سر چوک ڈیوڑھی کرموں۔

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

حضور انگلینڈ، میڈیکل کالج کے پروفیسروں۔ نامور ڈاکٹروں۔ والیان ریاست اور ولائت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ زوال غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ پانی بہنا۔ خارش وغیرہ۔ معزز ڈاکٹر اور حکیم بھی اسے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چندروز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے۔ کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مبلغ عہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کافی تولہ مبلغ صہ مصری سرمہ فی تولہ ۴ر خرچ ڈاک بذمہ خریدار درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ نقلی و جعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہیے۔ المشتہر۔ پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ۔ ضلع گورداسپور (پنجاب)۔

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے؟

میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں۔ کہ ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بمنزلہ اکسیر ہے۔ آنکھوں سے پانی جانا۔ دھند۔ سوزش ہر قسم جو عموماً آنکھ میں ہیں۔ چلن۔ کمزوری نظر۔ ناخونہ اور اندر کی جھلی کا زخم اور اسے پیپ کا گرنا۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیا شے نہیں ہے۔ اس سے ہر کسی کے لئے استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ہمیشہ پاس رکھنا چاہیئے۔ اسلئے میں بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کیلئے ممیرے کا سرمہ بہت مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر جی۔ ایم۔ مسلسنگے صاحب بہادر ایم بی ای ڈی سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر

۲۔ میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں۔ کہ سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے تیار کیا ہے۔ میں نے اس کا تجربہ اپنی ایک بر علاج مسماۃ اتم دیوی عمر ۴۰ سال سکنہ لاہور پر کیا ہے۔ مریضہ کو اپنی آنکھوں کی تکلیف عرصہ سے تھی ناسور نکلے ہوئے اور بڑوال پڑتے تھے۔ آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دکھتی ہوئی تھیں۔ انہیں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا۔ اسکی بینائی میں اسقدر فرق آ گیا تھا کہ سوئی دھاگا بھی نہیں پڑھ سکتی تھی۔ اور ان اشیا کو جو اس سے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ مریضہ کو نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا جسکا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اسنے امراض مذکور سے کلی صحت پائی۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین خاں ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پنشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳۔ جناب میا سنگھ صاحب تسلیم بصد تعظیم شاید آنجناب کو یاد ہوگا۔ کہ بندہ نے آپ سے ممیرے کا سفید سرمہ منگوایا تھا۔ جسنے جادو کا اثر دکھلایا یعنی ایک دوکاندار مسمے دولامل کی آنکھوں میں پھولا پڑ گیا تھا اور بسبب پتلی پر پھولے کے ہونیکے نظر قطعاً بند ہو گئی تھی لیکن قریب دس روز کے استعمال سے پھولا روپوش ہو گیا۔ اور پتلی صاف و شفاف ہو کر نظر بدستور قائم ہو گئی ہے۔ اور مریض دعاگو ہے بندہ بھی بصد شکر گذاری جوش طبیعت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو آپنے ایسی نادر دوا اس قدر قلیل قیمت پر لگا کر خاص و عام خلق خدا پر بہت احسان اور ثواب کا کام کیا ہے۔ لہذا بندہ بخدمت ہر خاص و عام بلا تعلق تاکید کرتا ہے کہ بروقت مبتلا ہونے مرض چشم خواہ کسی قسم کا مرض ہو اس اکسیر بلکہ حیات چشم (سرمہ ممیرے) کے استعمال کرنے کا موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہ دیں۔ لہذا ملتمس ہوں کہ دو تولہ ممیرے کا سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل عنائت فرماویں۔
راقم ڈاکٹر نرائن سنگھ ہاسپٹل اسسٹنٹ کوٹ گڈھ ڈسپنسری شملہ

۴۔ جناب من میری آنکھ میں ایک مرض ہے۔ جسکا علاج حکما اور ڈاکٹران لاہور مثل ڈاکٹر پیری صاحب و رکیلس وغیرہ نے کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آپ کے سرمہ سے تخفیف ہوئی۔ اب صرف دھند اور کم طاقتی ہماری چشم میں ہے اور ایک تولہ سفید سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیجدیں۔
دستخط سردار صالح محمد خاں درانی شاہزادہ کابل خلف الرشید جناب امیر فیض محمد خاں صاحب مرحوم والی ملک ترکستان ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء

پانچ ہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں۔ ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے۔ اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا۔ جو لاہور کے الائنس بینک مارچ ۱۸۹۸ء کو جمع کیا گیا۔

شیخ یعقوب علی (تراب) ایڈیٹر و پروپرائیٹر کیلئے انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپ کر شائع کیا گیا